تبصرہ کتب

Sudan: The Christian Design

(سوڈان : مسیحی عزائم)

مؤلف: حسن مکّی محمد احمد

ناشر: اسلامک فاؤنڈیشن - لیسٹر (برطانیہ)

پاکستان میں ملنے کا پتہ: بک پروموٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ نصر چیمبرز، بلاک ۱۹، مرکز ایف-۷، اسلام آباد

صفحات: ۱۷۶

سال اشاعت: ۱۹۸۹ء

قیمت: ۲۲۱ روپے ۸۵ پیسے

جنوبی سوڈان طویل عرصے سے نظریاتی کشمکش، خانہ جنگی اور معاشی بدحالی کی زد میں ہے۔ اس ایسے میں ہزاروں افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں اور لاکھوں اپنے گھر بار سے بے دخل ہو کر پناہ گزینوں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ خانہ جنگی کے خاتمے کے لیے بین الاقوامی سطح پر متعدد کوششیں کی گئیں اور خود مرکزی حکومت نے بھی متعدد اقدامات کیے حتیٰ کہ جنوبی سوڈان کو نفاذ شریعت سے مستثنیٰ قرار دینے کا اعلان بھی کیا گیا لیکن یہ سب کچھ عیسائی باغیوں کو مطمئن کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اب تو عیسائی باغیوں کے رہنما کرنل جان گرنگ کا مطالبہ یہ ہے کہ شمالی سوڈان سے بھی، جہاں آبادی کی غالب اکثریت مسلمان ہے، شریعت کا قانون ختم کر دیا جائے۔

عیسائی باغیوں کی جانب سے جس رویے کا اظہار کیا جارہا ہے۔ یہ نظمِ حکومت سے اختلاف یا سیاسی مطالبات کا شاخسانہ نہیں بلکہ ایک ایسی نظریاتی و ثقافتی تربیّت کے نتائج کا مظہر ہے جس کی جڑیں ماضی میں پیوست ہیں۔ طریقہ کار میں قدرے فرق کے باوجود دنیا بھر میں عیسائی مشنریوں کے مقاصد، سرگرمیاں اور اُن کے نتائج یکساں رہے ہیں۔ براعظم افریقہ اِس عمومی صورتِ حال سے مستثنیٰ نہیں جہاں اس وقت اسلام اور عیسائیت کی کشمکش اپنے پورے عروج پر ہے۔

افریقہ میں عیسائیت چار مرحلوں میں داخل ہوئی۔ ۵۰۰ء تک کے پہلے مرحلے میں اس کا پڑاؤ مصر، شمالی افریقہ، ایتھوپیا اور سوڈان تھا۔ دوسرا دور وہ تھا جب صلیبی جنگوں کے دوران میں پوپ اربان دوم نے مسلمانوں کو لعنتی، ناپاک اور صحرائے عرب کے بدو قرار دیا۔ پوپ کے اس رویّے سے

اختلاف کرنے والوں میں انگلستان کے معروف فلسفی راجر بیکن (۱۲۱۴ء - ۱۲۹۲ء) بھی شامل تھا جس نے صلیبیوں پر کڑی نکتہ چینی کی اور مسلمانوں کے دل جیتنے کے لیے دلائل اور روحانی قوّت سے کام لینے پر زور دیا تاہم عیسائیت کے علمبردار صلیبی رویّوں کو ترک نہ کرسکے۔ تیسرے دور میں واسکوڈے گاما نے ہندوستان کے اپنے مشہور سفر میں مشرقی افریقہ کے ساحل کے ساتھ اسلامی بستیوں پر گولہ باری کر کے اُنہیں تباہ کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی جبکہ وہ ایتھوپیا سے مسلمانوں کو نکال باہر کرنے کا پروگرام رکھتا تھا۔ اگلی تین صدیاں نوآبادیاتی یلغار اور اس کے سائے میں عیسائی مشنوں کی ہمہ گیر سرگرمیوں کے لیے معروف ہیں۔ اس چوتھے دور میں استعماری طاقتوں اور عیسائی مشنریوں نے باہم مل کر علاقے میں عیسائیت کو پائیدار بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کی۔

افریقہ میں عیسائی سرگرمیوں کی نوعیت اور ان کے اثرات مشنریوں کے نقطۂ نظر سے جتنے بھی اہم ہوں مگر یہ انسانی اقدار اور مقامی آبادی کے نظریاتی و ثقافتی تشخص کے لیے سمِ قاتل ثابت ہوئے ہیں۔ ثقافتی بحران کے نتیجے میں افریقہ بالخصوص سوڈان میں جس فساد اور خون ریزی کا سلسلہ جاری ہے، اس کے اسباب کا تاریخی تناظر میں جائزہ لیے جانے کی ضرورت ایک عرصے سے محسوس کی جارہی تھی۔ جناب ڈاکٹر حسن مکّی محمد احمد کی زیرِ نظر کتاب نے کافی حد تک یہ ضرورت پوری کی ہے۔

کتاب میں ۱۸۴۳ء سے ۱۹۸۶ء کے درمیانی عرصے میں سوڈان میں عیسائی مشنوں کی متنوّع سرگرمیوں اور ان کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ چھ ابواب اور تین ضمیموں پر مشتمل کتاب کے پہلے اور دوسرے باب میں افریقہ میں عیسائیت کے نفوذ کی تاریخ کے اہم واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ برطانوی استعمار نے اپنے دورِ اقتدار میں عیسائی مشنوں کی پوری حوصلہ افزائی کی اور اُنہیں تعلیمی، ثقافتی اور سماجی خدمات کے ذریعے مقامی ثقافت اور سماجی ڈھانچے کو توڑنے کے لیے بھرپور امداد فراہم کی۔ اِس کی تفصیل تیسرے اور چوتھے باب میں دی گئی ہے۔

طویل المدّت منصوبہ بندی کے تحت مقامی ثقافتی اور سماجی ڈھانچے کو بدلنے کی خاطر شعبۂ تعلیم سے بہتر کوئی دوسرا شعبہ نہیں ہوسکتا تھا چنانچہ مشنوں کو بالخصوص جنوب کے علاقوں میں تعلیمی ادارے قائم کرنے کے لیے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کی گئیں، جہاں مشنری فاضل ڈینیل کمبونی کی تجویز کردہ یہ حکمت عملی پیش نظر رکھی گئی کہ "نوجوان افریقی مردوں اور عورتوں کو یورپی بنائے بغیر انہیں عقیدے، تعلیم اور تہذیب کے معاملات میں ہدایات دی جائیں اور اُنہیں تربیت یافتہ ہنر مندوں، اساتذہ اور مذہبی رہنماؤں کی شکل میں اپنے قبائل کے درمیان واپس بھیجا جائے۔"

ڈینیل کمبونی کی "حکمت عملی" کے ساتھ ساتھ جنوبی سوڈان میں عربی زبان اور عرب ثقافت کو محو کرنے کی کوشش کی گئی۔ عرب تاجروں کی نگرانی کی گئی، مسلمانوں اور مظاہر پرستوں کے درمیان روابط منقطع کرنے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کیا گیا۔ مشن اسکولوں میں بچّوں کو یہ ذہن نشین کرایا گیا کہ اُن کی تمام مشکلات کے ذمّہ دار شمال کے مسلمان ہیں اور جنوبی سوڈان کو پس ماندہ رکھنے کی ذمّہ داری بھی اُن پر عائد ہوتی ہے۔ ۱۹۱۰ء میں سوڈان کے دوسرے گورنرِن گیٹ نے جنوب میں ایک فوج منظّم کی

اور اس میں شامل لوگوں کو باور کرا دیا گیا کہ شمالی سوڈان نے اُن کا استحصال کیا ہے چنانچہ حصولِ آزادی کے بعد سوڈان کو سب سے پہلا چیلنج اِسی فوج کی طرف سے پیش آیا۔ ۱۹۵۵ء میں نفرت سے مغلوب ہو کر اِس فوج نے جنوب میں بے دردی سے مسلمان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں تک کا قتلِ عام کیا۔ بغاوت کے علمبردار کیتھولک تھے اور اس کا بڑا مقصد سوڈان کے شمالی اور جنوبی حصوں کے درمیان بداعتمادی کی خلیج کو وسیع کرنا تھا جسے آج تک پاٹا نہیں جاسکا۔

زیرِ نظر کتاب کے مصنّف کی رائے میں جنوبی سوڈان میں موجودہ انسانی المیے کا حل صرف اسلام کے پاس ہے جسے اب وہاں موقع ملنا چاہیے، اور کتاب کے آخری ابواب میں اِس امکان کا دِقّت نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔

کتاب سوڈان کی تاریخ و سیاست سے دلچسپی رکھنے والوں کے ساتھ ساتھ اُن افراد کے لیے بہت مفید ہے جو عیسائی۔ مسلم روابط کے مطالعے اور بین المذاہب مکالمے میں شریک ہیں۔ (ادارہ)

مراسلت

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر محمد ایوب خان ، لاہور

["عالم اسلام اور عیسائیت" کے شمارہ بابت مئی ۱۹۹۲ء میں جناب کنول فیروز کے مراسلے اور ہماری گذارشات کو قارئین نے دلچسپی سے پڑھا ہے۔ جن افراد نے تحریری طور پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے، اُن میں سے لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد ایوب خان کا نقطۂ نظر ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیفٹیننٹ کرنل صاحب مذاہب کے تقابلی مطالعے سے دلچسپی رکھتے ہیں اور عیسائیت کے حوالے سے اُن کی تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ تقریباً سال بھر سے "محقّق" کے نام سے ایک ماہنامہ مرتّب کر رہے ہیں۔ ۔مدیر]

"رسالہ [عالم اسلام اور عیسائیت] بابت مئی ۱۹۹۲ء میں جناب کنول فیروز کا لفظ عیسائیت پر اعتراض بے وزن ہے۔ بائبل میں مسیح کا لفظ نجات دہندہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ بابل کی قید سے رہائی دلانے والے بادشاہ کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہود آج بھی اصلی مسیح کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود کے نجات دہندہ ثابت بھی نہیں ہوئے، خواہ اس کی وجہ یہود کا کفر تھا کیوں کہ عیسیٰ علیہ السلام اُن کی ہلاکت کی خبر دے گئے اور ۷۰ عیسوی میں یہود قتل ہوئے اور ملک بدر ہوئے۔ ہیکل جلا دیا گیا اور آج تک نہیں بنا۔ آج بھی وہ یروشلم میں برطانیہ اور امریکہ کی وجہ سے بیٹھے ہیں اور پھر نکالے جائیں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی کہانی کوئی دو سو سال بعد یونانی میں لکھی گئی اور وہاں ان کا نام Jesus لکھا گیا ہے جسے یسوع پڑھا جاتا ہے اور انگریز جیسس کہتا ہے۔ عربی میں یہی لفظ عیسیٰ ہے۔ لہذا اُنہیں اُن کے نام عیسیٰ سے پکارنا ہی صحیح ہے۔ لقب سے پکارنا غلط ہے ----"